جون ایلیا کی شاعری میں اظہار ذات کے ذرائع

ڈاکٹر صائمہ علی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونی ورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور۔

ڈاکٹر محمد سلمان بھٹی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونی ورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور۔

ڈاکٹر شبیر حسین

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونی ورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور۔

Abstract

The character of every poet reflects in his poetry. However, it is portrayed on different intellectual levels for various poet. Sometimes poet can employ literary techniques for this purpose. John Elia is a prominent and significant figure of Urdu poetry. His personality was distinct and complex. We find his characteristic expression on both technical and intellectual levels eg the usage of opposite a literary technique (Sanat-e-Tazad) opposites refer to using two different words in a verse. Another technique, (Sanat-e-Talli) means that the poet glorifies his exaggeration. These are the additional ways to enhans the beauty and impact of the poetry. However, through these means and psychological state John Elia's complicated personality conveyed. In this research article we attempt to understand John Elia's personality through these two main standards.

کلیدی الفاظ: جون، نفسیات، معاصر شعری موضوعات، عوامی لہجہ

Keywords: John, Psychological Study, Contemporary poetic subject, Public poetry

کسی بھی شاعر کے کلام میں اس کی ذات کا اظہار ناگزیر ہے اور مختلف شعرا کے ہاں اس کے ذرائع بھی مختلف ہیں جو زیادہ تر فکری ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات فن بھی سخن کا پردہ بن جاتا ہے۔ جون ایلیا کی غیر روایتی اور پیچیدہ شخصیت کا اظہار فکری سطح کے ساتھ ساتھ فن کی سطح پر بھی ملتا ہے مثلاً صنعت تضاد اور صنعت تعلّی اس کی مثالیں ہیں۔ جون ایلیا کی شخصیت اور شاعری کا جائزہ لیں تو اس میں تلّون، متضاد خیالی، انتہا پسندی تینوں ملتے ہیں۔ کبھی وہ یاروں کے یار ہیں کبھی سب سے بیزار، کبھی وہ ماورائی محبوب کی بات کرتے ہیں اور کبھی پیالہ ٔناف کی، کبھی مجلس ماتم کے قائل ہیں اور کبھی الحاد کے۔ یقین اور گمان کے درمیان جون ایلیا کی شخصیت تضادات سے بھرپور تھی۔ ان کی شاعری میں بھی اس کا اظہار ملتا ہے۔ ایک طرف وہ کلاسیکی روایت سے وابستہ ہیں اور عربی فارسی تراکیب، دوغزلے سہ غزلے لکھتے ہیں تو دوسری طرف ان کے ہاں قافیے میں آزادی، قواعد سے انحراف، بغیر اضافت کے ترکیب سازی، انگریزی اور غیر لطیف الفاظ کا استعمال بھی ملتا ہے۔ ان کے ہاں کسی مخصوص جذبے کی انتہائی کیفیات پائی جاتی ہیں۔ ان کی متضاد مزاجی کے لیے صنعت تضاد بہترین ذریعہ ثابت ہوا، اس صنعت کو انہوں نے فکری اور لسانی دونوں رخوں سے برتا ہے۔ مثلاً:

بہت نزدیک آتی جا رہی ہو
بچھڑنے کا ارادہ کر لیا کیا

ان اشعار میں تضاد فنی حربے سے زیادہ فکری معنویت رکھتا ہے۔ جون ایلیا کی منفرد شخصیت کے ہاں محبت کا اظہار بھی منفرد ہے خود ان کے مطابق:

''میں نے اظہار محبت کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ انتہائی عجیب و غریب تھا کہ اگر وہ سامنے سے آ رہی ہوتی تو میں اس کی طرف سے منہ پھیر لیتا اس کا مطلب یہ تھا کہ اے لڑکی میں تم سے محبت کرتا ہوں۔''[۱]

جون ایلیا صنعت تضاد کا زیادہ استعمال محبوب کے حوالے سے کرتے ہیں جب وہ ان سے بہت تپاک کے ساتھ پیش آئے تو وہ سمجھ جاتے ہیں کہ وہ انھیں یکسر بھلا چکی ہے۔ عشق کو 'جاودانی' کہنے کا مطلب آخری بار ملنا ہے۔ جون ایلیا کو حسینوں سے والہانہ اور زیادہ تر یک طرفہ عشق میں جو صدمات یا دھوکے ملے اس کا اظہار اس نوع کے اشعار میں بخوبی ہوا ہے وہ جھوٹی محبت اور مصنوعی خلوص کا پردہ چاک کرتے ہیں۔

محبوب کے علاوہ یہ رویہ وہ اپنے متعلق بھی اپناتے ہیں کہ دل میں جو کیفیت ہے دنیاداری کے لیے اس کے برعکس اظہار کیا جائے یا یہ کہ برعکس جذبے کے ذریعے اپنی باطنی کشمکش چھپائی جائے۔ اس حوالے سے کئی ایک اشعار تائیداً یہاں تحریر کیے ہیں مثلاً:

کر رہے ہیں یاد اُسے ہم روز و شب
ہیں بھلانے کی اُسے تیاریاں

اس سے مل کر بے طرح روئوں گا میں
ایک طرفہ تر خوشی ہو جائے گی

مستقل بولتا ہی رہتا ہوں
کتنا خاموش ہوں میں اندر سے

اب یہی نہیں بلکہ ان کا محبوب کبھی کبھی تو کلاسیکی روایت کی طرح محض تخیلاتی بن جاتا ہے۔

وہ کون ہے جسے دیکھا نہیں کبھی میں نے

اور کبھی محبوب کے ''موج خیز بدن''، ''چمپئی رانوں'' اور ''پیالہ ناف'' کا ذکر بڑے عامیانہ انداز میں کرتے ہیں۔ یہ بھی ان کے مزاج کے تضاد کو ظاہر کرتا ہے، رضی مجتبیٰ کے مطابق:

''وہ Paradox یا متضاد خیالی کے عاشق تھے کبھی ان کا عشق انتہائی صوفیانہ نظر آتا ہے تو کبھی محض سر سری۔''[۲]

عاشق اور محبوب کے ساتھ صنعت تضاد کا استعمال غیر عشقیہ شعروں میں بھی ملتا ہے۔ جہاں وہ معاشرے کے ظاہر اور باطن کے فرق کو طنزیہ انداز میں نشانہ بناتے ہیں۔ ویسے بھی ان کی شخصیت ایسی تھی کہ اپنے محبوب شاعر میر کی طرح ''زمین سے الجھاو اور آسمان سے جھگڑے'' کی صورت اکثر در پیش رہتی تھی۔

ہے عجب حال یہ زمانے کا
یاد بھی طور ہے بھلانے کا

صنعت تعلّی کا شمار صنائع معنوی میں ہوتا ہے۔ علمی اردو لغت کے مطابق اس کے معانی ''بلندی، ترقی، برتری، بزرگی، شیخی، ڈینگ''[۳] کے ہیں۔ اس میں شاعر اپنی شاعری اور مرتبے کی بلاواسطہ یا بالواسطہ تعریف کرتا ہے۔ شعری روایات کے مطابق اس میں مبالغہ کو جائز سمجھا جاتا ہے۔ مختلف شعرا کے ہاں یہ محض صنعت سے آگے نفسیاتی رویئے کے طور پر سامنے آئی ہے۔ مثلاً غالب کو ان کو زمانے میں بڑا شاعر نہیں سمجھا گیا جبکہ وہ خود اپنے مقام کو بلند سمجھتے تھے اس لیے انکی تعلّی کے پیچھے ناقدری عالم کا غم شامل ہے۔ یہی حال غالب شکن یگانہ کا ہے جنھیں زندگی میں بہت غم ملے۔ اہل لکھنؤ نے ان کا شعری مقاطعہ کیا، بیوی بچوں کے چھوڑ جانے کا غم، آخری عمر میں تکفیری الزامات اور سر بازار رسوائی۔ ان کی تعلّی میں ان عناصر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جون ایلیا کا معاملہ اس لحاظ سے مختلف ہے کہ انھیں عوام میں بہت زیادہ اور خواص میں بہت کم پذیرائی ملی۔ نرگسی طبیعت، احساس برتری، علمی تفوّق، عوامی مقبولیت اور خواص کی بے نیازی کے رد عمل میں وہ خود کو میر غالب کا ہم سر قرار دیتے ہیں۔

جون اٹھتا ہے یوں کہو یعنی

میر و غالب کا یار اُٹھتا ہے

ان کا یہ دعوی صرف تعلّی تک محدود نہیں اس کا اظہار وہ گفتگو میں بھی کرتے ہیں:

"صرف تین غزل گو پیدا کیے اردو شاعری نے دو سید اور ایک اُمتّی۔"[۴]

یہاں دو سید سے ان کی مراد میر اور وہ خود ہیں جب کہ اُمتّی سے مراد غالب ہے۔ لیکن اس سے آگے بڑھ کر یگانہ کی طرح وہ بھی غالب کے منکر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً غالب کو پچیس (۲۵) شعروں کا شاعر قرار دینا۔[۵] وغیرہ۔ اور پھر ان کی انا کہتی ہے:

شاعر تو دو ہیں میر تقی اور میر جون

باقی جو ہیں وہ شام سحر خیریت سے ہیں

ایک انٹرویو کے مطابق:

"ہمارے زمانے میں جو شاعر تھے ہمارے بابا، رئیس امروہوی اور علامہ اقبال وہ بڑے شاعر تھے۔"[۶]

انہوں نے اس زمانے کے دو بڑے شاعر اپنے والد اور بھائی کو بنایا اور کمال مہربانی سے اقبال کو تیسرا نمبر دے کر اس صف میں شامل کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُن کے ہاں شعری مرتبے کی بڑائی کا احساس محض صنعت تعلّی تک محدود نہیں۔ ابوالکلام آزاد "غبارِ خاطر" میں اہل قلم کی انانیت کے حوالے سے عربی فارسی اردو شعرا کے تعلّی کے اشعار درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"یہ محض شاعرانہ تعلّیاں نہ تھیں، یہ ان کی پرجوش انفرادیت تھی جو بے اختیار چیخ رہی تھی۔"[۷]

ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق:

"تعلّی کا نفسیاتی مطالعہ بعض اوقات شاعر کے مطالعے کے ضمن میں ایسے دریچے کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو اس کی شخصیت پر بہ انداز نو روشنی بھی ڈال سکتا ہے۔"[۸]

یہ رائے جون ایلیا کی شاعری پر صادق آتی ہے۔ انھیں شدت سے احساس تھا کہ غیر معمولی ہونے کے باوجود ان کی زندگی رائیگاں گزری۔ انھیں اپنی محبوب سرزمین امروہہ کو چھوڑنا پڑا۔ بہت سے ناکام معاشقوں کے بعد زاہدہ حنا کی صورت میں جو بڑی خوشی ملی وہ بھی عارضی ثابت ہوئی، دولت کی دیوی کبھی ان پر مہربان نہیں ہوئی اور سب سے بڑھ کر ان کے علم اور شاعری کو وہ پذیرائی نہیں ملی جس کے وہ خواہاں تھے۔ انھیں اپنی ناقدری اور رائیگانی کا شدت سے احساس تھا اور شاید یہ ایک ایسا المیہ ہے جو ہر نابغہ کے ساتھ کم بیش رہتا ہے۔ یعنی اپنی ناتمامی کا غم مثلاً:

تم نے ہم کو بھی کر دیا برباد

نادر روزگار تھے ہم تو

ایک شے احترام علم بھی ہے

اس کا کچھ خیال تو رکھیے

ناقدری ناکامی کے اس احساس کے تحت کبھی وہ خود کو رائیگاں اور کبھی بونا شاعر قرار دیتے۔ یہ احساسِ کمتری شاعری میں احساسِ برتری بن کر بھی تعلّی کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اس پس منظر میں ان اشعار کا جائزہ لیں۔

جون جدا تو رہنا ہوگا تجھ کو اپنے یاروں بیچ

یار تو یاروں کا ہی نہیں ہے یاروں کا استاد بھی ہے

ختم ہے بس جون پہ اُردو غزل

اس نے کی ہیں خون کی گل کاریاں

بس فائلوں کا بوجھ اٹھایا کریں جناب
مصرعہ یہ جون کا ہے اسے مت اُٹھایئے

یہاں جون اور میر کا تقابل ہرگز مقصود نہیں مگر اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ جون کہ شاعری کو جو قبولِ عام حاصل ہے اور ان کے کلام میں جو خواص کے لیے سرمایہ ہے وہ" گو مری گفتگو عام سے ہے" کے مصداق ہے۔ روزمرہ اظہار یہ جون کی شاعری میں جیسے اپنی بامعنی جگہ بناتا ہے ایسے کم کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ ذاتی تجربات کو شعری کلیشے سے باہر نئے سانچوں میں بیان کرنا اور وہ خاص گفتگو کا قرینہ اپنانا جو شعر کو عوامی اور خاص ذوق کی تسکین کا یکساں سامان کرے جون کا معاصر شعری منظر نامے میں خاص مقام متعین کرتا ہے۔

جون کے اظہار میں بے ساختہ پن ان کی شخصیت کے غیر مرتب ہونے کو بھی نشان زد کرتا ہے۔ جون نے جیسی بے ہنگم زندگی گزاری اور اسے سماجی ٹھوس ساختیاتی آلودگی سے بچائے رکھا اس میں اتنی تخلیقی گنجائش پیدا ہوگئی تھی کہ وہ خود ساختگی، تیاری، رنگ و روغن کی ملمع کاری اور تصنع سے گریز کرتے ہوئے بے ساختگی اور بے گانگی کی راہ نکال پاتی۔ شخصیت اور شاعری کے مطالعات ہمیں نفسیاتی مطالعہ کے بغیر سود مند نتائج دینے سے عاری دکھائی دیتی ہیں۔ تعلی محض شاعرانہ اصطلاح نہیں ہے۔ اس کے اندروں میں خود مرکزیت اور خود آگاہی کی ایک ایسی بصیرت بھی موجود ہو سکتی ہے جو بے حد مطالعہ اور غور و فکر کا نتیجہ ہو۔

غزل کے گزشتہ دہائیوں کے منظر نامے پر خوف وہراس، مغائرت، بے سبب اداسی، جذباتی و فکری انتشار، اخلاقی اقدار میں خود ستائشی کا چلن، رشتوں کے پیراڈائم تبدیل ہونے کا کرب، ذات کی گہری تلاش، جیسے شعری موضوعات عام دکھائی پڑتے ہیں۔ منفرد اذہان اور منقلب تخلیقی شاعروں نے ان تمام روح عصر موضوعات کو اپنے سلیقے سے شعر کیا ہے۔ جون ایلیا نے جس اتم مہارت اور عوامی لہجے کے ساتھ ان موضوعات کو ڈھالا ہے اس سے لفظ اور نئی معنویت کے در وا ہوئے ہیں۔

میں بھی بہت عجیب ہوں اتنا عجیب ہوں کہ بس
خود کو تباہ کر لیا اور ملال بھی نہیں
اور تو کیا تھا بیچنے کے لئے
اپنی آنکھوں کے خواب بیچے ہیں

بہ حیثیت ایک انفرادی تخلیقی ذہن جون اپنی زندگی کی کیفیات کو نہایت بے لاگ انداز میں پیش کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ براہ راست بیانیہ میں شعر کا اپنی جمالیات اور معنویت میں شعر ہو رہنا مشکل امر ہوتا ہے، مگر جون نے ان دو محاذوں پر اپنے جاذب اسلوب سے وہ بیانیہ کارنامے سرانجام دیے ہیں کہ اس کی شاعرانہ تعلی شعری تجلی بن جاتی ہے۔ انسان نفسیاتی کیفیات پر ان کی گرفت انہیں غیر معمولی نباض بنا دیتی ہیں۔ انسانی نفسیات کے واقعات جیسے تذبذب، اذیت، انتشار، مغائرت، نفرت، بے چینی، لاتعلقی وغیرہ ان کے کلام میں مجسم موضوعات کی طرح ہیں جیسے آپ کسی آرٹ گیلری میں ہوں اور دیواریں ایسے نفسیاتی لمحات کو تصویر کر کے تیار کی گئی ہوں۔ جذبات و احساسات سے جڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ باصر ان دیواروں کو دیکھتا جائے اور جیسے اپنے نفسیاتی جہان کو پڑھتا جائے۔

جون کی ناہموار اور ناآسودہ شخصیت کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ تعلّی کے پردے میں انہوں نے اپنی ناآسودہ خواہشات کا ظہار بھی کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ جون ایلیا، دیباچہ، شاید، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء، ص ۱۸،۱۷
۲۔ رضی مجتبیٰ، مضمون، جون ایلیا آج کی شاعری کی شناخت، مشمولہ "خوش گزراں گزر گئے"، مرتب نسیم سید، کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۱۱ء، ص ۲۹
۳۔ وارث سرہندی، علمی اُردو لغت، لاہور: علمی کتاب خانہ، س۔ن، ص ۴۵۵
۴۔ ابن آس، انٹرویو، مشمولہ میں یا میں، مرتبہ خالد احمد انصاری، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء، ص ۱۵۷
۵۔ ڈاکٹر کمار و شواس، خود رنگ پٹیل، ڈاکٹر کمار و شواس، یوٹیوب، ۸ نومبر ۲۰۱۷ء
۶۔ ڈاکٹر خالد سہیل، انٹرویو، مشمولہ، میں یا میں، ص ۲۶۷
۷۔ ابوالکلام آزاد، غبارِ خاطر، لاہور: مکتبۂ جمال، ۲۰۰۴ء، ص ۱۸۹

۸۔ ڈاکٹر سلیم اختر، تنقیدی اصطلاحات، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص۸۹